

جہازِ حقانیت پر کھڑا جانی

الحقانیہ

سابقہ
مکتبہ

مجلہ

شمارہ نمبر ۱۳۳۳ھ اپریل ۲۰۱۲ء



جانی: فقہ العصر فقہ مولانا مفتی عبدالشکور رحمہ اللہ

فہرست

- 3 انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق فقہوں کا شرعی حکم - مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
- 8 درس حدیث ----- مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ
- 10 ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ ----- حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حق
- 12 رسالہ "مفتاح علماء دیوبند" پر اعتراضات ایک تحقیقی جائزہ - فقیر العصر مفتی سید عبدالرشید ترمذی
- 27 توبہ کے ثمرات ----- برکات العصر حضرت نواب عشرت علی خان قیصر
- 40 غیبت ایک گناہ اور اس سے بچنے کا طریقہ ----- مولانا امین احمد مظاہری
- 45 ایک ضروری وضاحت ----- مفتی سعید احمد خان صاحب
- 47 توارخ وقات ----- مولانا ذاکر غلیل احمد حقانوی
- 48 سرروزہ تبلیغی دورہ ----- محمد سیل اشرف جام پور

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ سایہال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

کلمہ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق فلموں کا شرعی حکم

ایک عرصہ سے انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس شخصیتوں کے کردار پر فلمیں بنائی جا رہی ہیں، جو ایک قبیح فعل اور حرام کے علاوہ دشمنان اسلام کی دین اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اس کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ تحریر فرمایا تھا جسے ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر افادہ قارئین کے لئے بطور ادارہ یہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

فلموں کے مفاسد اور قبائح، منکرات اور ان کے نقصانات اس قدر واضح ہیں کہ ان پر کسی کلام کی ضرورت نہیں پھر خاص طور پر فلم کے ذریعہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا دیگر مقدس شخصیات کی شکل و شباهت اور ان کی سیرت و کردار کو فرضی شکلوں میں پیش کرنا بہت سے مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کبیرہ گناہ اور حرام ہے یہ حرکت شنیعہ مختلف وجوہ سے حضرات انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی شان میں بے ادبی اور توہین کا موجب ہونے کی وجہ سے سخت جرم ہے۔

دراصل دشمنان اسلام کی یہ دین اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے، لیکن افسوس کہ دانستہ یا نادانستہ طور پر بعض مسلمان بھی اس سازش کا شکار ہو چکے ہیں ہداهم اللہ ونجاہم اللہ عن هذه المصیبة۔

حق تعالیٰ کے کسی بھی مقدس نبی یا پیغمبر کے پاکیزہ کردار کو ڈرامائی انداز میں

کسی فاسق و فاجر کے ذریعے پیش کرنا یا اس کے لئے کسی بے دین اور کافر کا انتخاب کرنا اور غیر صحابی پر صحابی اور غیر نبی پر نبی کا اطلاق کرنا ان حضرات کے مبارک سراپا کو غیر اسلامی طریقہ پر دکھانا، گستاخانہ لب و لہجہ سے گفتگو کرنا وغیرہ سب اشد اور سخت درجہ کے گناہ ہیں۔ بلکہ یہ مقتدیانِ دین کی اہانت ہے جو دراصل اسلام کی اہانت ہے جسے کسی صورت بھی گوارہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسی شنیع حرکت سے باز رہیں اور سچے دل سے توبہ و استغفار کریں۔ ایسی فلموں میں چونکہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی اور توہین کا پہلو نمایاں ہے اس لیے اگر یہ سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود بھی کوئی شخص اس طرح کی فلم بناتا ہے یا چلاتا، دیکھتا اور دکھاتا ہے تو ایسے شخص پر توبہ کے ساتھ ایمان و نکاح کی تجدید بھی ضروری ہے، ان فلموں میں کام کرنے والوں کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آئیں تو حکومت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے شخص کو سخت سزا دے اور اس گناہ کے کام پر فوراً پابندی لگائے۔

حدیث مبارک ”من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فليذكره وان لم يستطع فليبلغه وذاك اضعف الایمان“ کے پیش نظر ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس گناہ کو روکے۔ چونکہ ملک کے کسی بھی شہری کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں اس لئے جہاں ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو وہاں زبان سے اسے روکے یا کم سے کم دل سے برا سمجھے۔ بہر حال جو حضرات اس گناہ میں مبتلا ہیں انہیں فوراً اس گناہ سے باز آ جانا چاہئے، اسی طرح جو لوگ ان فلموں کے دیکھنے میں لگے ہوئے ہیں انہیں بھی فوراً توبہ کرنی چاہئے ورنہ سخت اندیشہ ہے کہ وہ عذابِ الہی اور خدائی گرفت میں نہ آجائیں۔

تنبیہ :

اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ دین کا استہزاء مذاق اور استخفاف کفر ہے۔ اور اس کے لئے علم و قصد بھی شرط نہیں۔ اگر کسی کو یہ معلوم نہیں کہ دین کے استخفاف و استہزاء سے انسان کافر ہو جاتا ہے، یا اسے اس کا تو علم ہے لیکن استخفاف کا ارادہ اور قصد نہیں تب بھی استخفاف دین سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ (امداد الاحکام جلد ۱ ص ۱۵۰)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاة والسلام کی ذوات مقدسہ کی گستاخی، توہین، ان کا استہزاء اور مذاق بھی یقیناً کفر ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بے علمی میں ایمان جیسی عظیم دولت سے محرومی ہو کر انسان خسار الدنیا والآخرة کا مصداق بن جائے، اعاذنا اللہ منہ وحفظنا عنہ۔ اب فیل میں دلائل ملاحظہ فرمائیں :

وقال الفقيه ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ ویظهر من هذا انما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف لانه لو توقف على قصده لما احتاج الى زيادة عدم الاخلاص بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصديق۔

وايضاً في الدر المختار عن الفتح من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر العناد۔ (شامیہ ج ۲)

وكذا لو قال انا رسول الله او قال بالفارسية من پیغمبر یرید به من پیغام می برم يكفر (ج ۲ ص ۲۶۳)

وفي العالم كبرية: سئل عن من نسب الى الانبياء الفواحش

كعزمهم على الزنا و نحوه الذى يقوله الحشوية فى يوسف عليه السلام قال يكفر لانه شتم له واستخفاف بهم (ج ۲ ص ۲۶۳)

وفيه ايضا: ولو قال لشعر النبى صلى الله عليه وسلم شعير يكفر... او قال قد كان طويل الظفر فقد قال يكفر مطلقا (ص ۲۶۳)
قال العلامة جصاص فى احكام القرآن له: وقوله تعالى: وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن هو على معنى ما نهى الرجال عنه من النظر الى حرم عليه النظر اليه. (ج ۵ ص ۱۷۲)

وفى تكملة فتح الملهم: اما التلفزيون والفديو فلا شك فى حرمة استعمالها بالنظر الى ما يشملان عليه من المنكرات الكثير من الخلعة والمجون والكشف عن النساء المتبرجات او العاريات وما الى ذلك من اسباب الفسوق الخ (ج ۳ ص ۱۶۳)

قال تعالى: يا ايها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللكافرين عذاب اليم. (پ ۱)
وقال تعالى: ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والآخرة واعدهم عذابا مهينا (پ ۲۲)

قوله تعالى: والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب اليم. (پ ۱۰)

عن عبد الله بن مغفل مرفوعا: الله الله فى اصحابى، من اذاهم فقد اذانى من اذانى فقد اذ الله ومن اذ الله فيوشك ان ياخذہ (جمع الفوائد عن الترمذی)

وفی رد المحتار (ج ۳ ص ۴۴۶) ان ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف ، یؤمر بالاستغفار والتوبة و تجدید النکاح اھ وظاہرہ انہ امر احتیاط۔

قال فی الخلاصة : الجاہل اذا تکلم بكلمة الکفر ولم یدر انھا کفر قال بعضهم لا یکون کفراو یعذر بالجهل وقال بعضهم یصیر کافرا۔۔۔ اما اذا اراد ان یتکلم فجری علی لسانہ کلمة الکفر والعیاذ باللہ من غیر قصد لا یکفر۔ (ج ۲ ص ۲۸۲)

وفی ابی داؤد مرفوعا: ما من قوم یعمل فیہم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا الا یوشک ان یعمہم بعقاب (مشکاۃ شریف)
روی ابو داؤد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا عملت الخطیئة فی الارض من شہدھا فکرها کان کمن غاب عنها ومن غاب فرضی کان کمن شہدھا ای باشرھا وشارك اهلها۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

دار الإقواء یامہ حقانیہ

سایہوال سرگودھا

۲۹ / شوال المکرم ۱۴۴۲ھ

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

دین و ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں

(۲۸) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الایمان بضع وسبعون شعبۃ فافضلها قول لا الہ الا اللہ وادناها اماطۃ
الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے
ارشاد فرمایا کہ: ایمان کی ستر سے بھی کچھ اوپر شاخیں ہیں ان میں سب سے اعلیٰ
اور افضل تو لا الہ الا اللہ کا قائل ہونا، یعنی توحید کی شہادت دینا ہے اور ان میں ادنیٰ
درجہ کی چیز اذیت اور تکلیف دینے والی چیزوں کا راستے سے ہٹنا ہے، اور حیاء ایمان
کی ایک اہم شاخ ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ایمان کے شعبوں کے لئے ستر سے کچھ اوپر کا جو عدد
استعمال کیا گیا ہے اس کے متعلق بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس سے غالباً صرف
کثرت سے مراد ہے اور اہل عرب صرف مبالغہ اور کثرت کے لئے بھی ستر کا لفظ عام
طور سے بولتے ہیں اور ستر پر جو کچھ اور کا اضافہ اس حدیث میں کیا گیا ہے یہ غالباً اور زیادہ
مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ہے۔ لیکن بعض حضرات نے بضع وسبعون کے لفظ
سے خاص عدد ستر بھی سمجھا ہے اس بنیاد پر کہ لفظ بضع خاص سات کے عدد کے معنی
میں بھی استعمال ہوتا ہے اور پھر ان حضرات نے اپنے اس خیال کے مطابق ایمان
کے ان ستر شعبوں کو متعین کرنے کی بھی کوشش کی ہے لیکن ان میں غور کرنے کے
بعد یہی رائے قائم ہوتی ہے کہ یہ محض تخمینے ہیں جن میں بہت کچھ رد و قبح کی گنجائش
ہے اس لئے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مثنیٰ بضع وسبعون کے

لفظ سے کوئی خاص عدد معین کرنا نہیں ہے بلکہ محاورہ عرب کے مطابق صرف کثرت اور بہتات مراد ہے اور مطلب صرف یہ ہے کہ ایمان کے بہت زیادہ شعبے ہیں اور ایک قرینہ اس کا یہ بھی ہے کہ اگر بضع و سبعون سے آپ کا مطلب کوئی معین عدد ہوتا تو پھر آپ اس ابہام و اجمال پر اکتفاء نہ فرماتے بلکہ ان کی تفصیل بھی فرماتے جیسا کہ موقع اور مقام کا تقاضا تھا۔

ایمان کے شعبوں سے مراد وہ تمام اعمال و اخلاق اور ظاہری و باطنی وہ سب احوال ہیں جو کسی دل میں ایمان کے آجانے کے بعد اس کے نتیجہ اور ثمرہ کے طور پر اس میں پیدا ہو جانے چاہئیں جیسے کہ سرسبز و شاداب درخت میں سے برگ و بار نکلتے ہیں اس طرح گویا تمام اعمال خیر و اخلاق حسنہ و احوال صالحہ ایمان کے شعبے ہیں البتہ انکے درجے مختلف ہیں۔

اس حدیث میں ایمان کا سب سے اعلیٰ شعبہ لا الہ الا اللہ یعنی توحید کی شہادت کو بتلایا گیا ہے اور اس کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ کی چیز راستے سے تنگھٹ سے بچانے والی چیزوں کے ہانے کو قرار دیا گیا ہے اب ان کے درمیان جس قدر بھی امور خیر کا تصور کیا جاسکتا ہے وہ سب ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں ہیں خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے اور ظاہر ہے کہ ان کا عدد سینکڑوں تک پہنچے گا۔ حدیث کے آخر میں حیا کے متعلق جو خصوصیت سے یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے تو اس کی وجہ یہ تو یہ ہے کہ جس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت کسی سے حیا میں کوئی کوتاہی ظاہر ہوئی تھی اس کی اصلاح کے لئے آپ نے یہ خصوصی انتباہ فرمایا جیسا کہ صاحب حکمت معلمین و مصلحین کا طریقہ ہوتا ہے یا حیا کے متعلق خصوصیت سے یہ تنبیہ اسلئے فرمائی گئی کہ انسانی اخلاق میں حیا کا مقام نہایت بلند ہے اور حیا ہی وہ خصلت ہے جو آدمی کو بہت سے معاصی اور بہت سی برائیوں سے روکتی ہے اور اس وجہ سے ایمان اور حیا کے درمیان ایک خاص رشتہ ہے۔

مرسلہ : محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بھم : حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حق تصحیح : مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما
فرمایا آج کل جس کو ذرا بولنے کا سلیقہ ہو جائے اور دو چار تقریریں کر دے وہی
عالم اجل اور فاضل ہے بدل بلکہ علامہ زماں اور فنامہ دوراں ہو جاتا ہے ۔ دیکھئے فلاں
صاحب کو لوگ علامہ کہتے ہیں حالانکہ یہ شخص پکا غیر مقلد بلکہ بدوین ہے میں نے جو کچھ
کہا اس پر اس کی فلاں تصنیف شاہد عدل ہے اس میں لکھا ہے کہ صرف مذہب اسلام
ہی پر نجات موقوف نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو توحید کا اعتراف کرے اور نیک اعمال
بجالائے خواہ کسی مشرب و ملت کا ہو اس کی نجات ہو جائے گی خواہ رسالت کو ماننے
یا نہ مانے ۔

گاندھی نے ایک جگہ کہا ہے کہ میرا خیال تھا کہ اسلام جیسا کامل مذہب
ہرگز تنگ نظر نہ ہو گا کہ نجات کو صرف اپنے ہی میں منحصر سمجھتا ہو لیکن میرے اس خیال
کی تائید اہل اسلام کی کسی کتاب سے نہ ہوتی تھی مگر فلاں کی فلاں تصنیف سے معلوم
م ہو گیا کہ واقعی اسلام تنگ نظر مذہب نہیں اس کے اصول ایسے ہیں کہ ان پر عمل
کرنے سے ہر فرقہ کا شخص اپنے مشرب پر رہتے ہوئے ناجی ہو سکتا ہے ۔

فرمایا میں نے ایک جگہ بیان کیا تھا کہ ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے
ہیں ۔ دیکھئے امام ابو حنیفہ خود مقلد نہ تھے مگر ہم ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لیکن اس زمانہ
کے اکثر غیر مقلدین کی بے شک ہم کو شکایت ہے ان میں عموماً الاما شاء اللہ دو شخصیتیں
ہست بری ہیں ۔ ایک ائمہ کے ساتھ بدگمانی دوسرے ان کی شان میں بدزبانی باقی ہم

نفس غیر مقلدی کو حرام نہیں کہتے۔ غیر مقلدی بھی ایک مسلک ہے لیکن اس وقت کے مفاسد کو دیکھ کر ہم کو پسند نہیں بہت سی چیزیں جائز ہوتی ہے مگر بعض طبائع کے نزدیک ناپسند ہوتی ہیں۔ مثلاً اوچھڑی شرعاً جائز ہے مگر نفیس مزاج و لطیف الطبع لوگ اس کو پسند نہیں کرتے۔ فرمایا میں اپنی جانب سے خاص اہتمام کرتا ہوں کہ میرے قول سے فعل سے کسی کو گرائی و ناگواری نہ ہو ایک سن رسیدہ ہندو قریب ہی زمانہ میں تھا نہ بھون آیا تھا اس نے بعض تصوف کے مسائل دریافت کئے میں نے جوابات دئے بہت محفوظ ہوا، اطمینان ظاہر کیا اس کے بعد میں نے اس سے کہا کہ یہ تو جواب کا درجہ اور علمی تحقیق تھی اور چونکہ آپ نے یہ سلسلہ چھیڑا ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں جواب سے ہر پہلو کی تکمیل کر دوں اگر آپ یہ سلسلہ نہ چھیڑتے تو میں از خود اس کی ابتداء نہ کرتا۔ خیر علمی تحقیق تو آپ نے سن لی اب یہ اور سمجھ لیجئے کہ جس طرح ہر مقصود کے حصول کے لئے کچھ شرائط ہوتی ہیں اسی طرح ان حقائق کے حصول کے لئے اسلام شرط ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ جلال آباد میں وعظ ہوا وہاں کے ایک ہندو رئیس جن کو فارسی دانی کا بھی دعویٰ تھا وہ اور ان کے چند انگریزی دان معان بھی وعظ میں شریک تھے سب کے سب بہت خوش ہوئے اس کے بعد ذکر و شغل کی تعلیم کے متعلق ان رئیس صاحب کے چند خطوط آئے میں نے خیال کیا کہ اب ان سے صاف بات کرنا مناسب ہے چنانچہ صاف لکھ دیا کہ ہم کو جو تصوف پہنچا ہے اس کے لئے اسلام شرط ہے بغیر اسلام کے نفع نہیں ہو سکتا اس کے بعد ان کا کوئی خط نہیں آیا اور سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ میں نے بمصلحت ان دونوں واقعوں میں صوفیانہ رنگ میں اسلام کی تبلیغ کی تاکہ وحشت نہ ہو۔

فقہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ

رسالہ ”عقائد علماء دیوبند“ پر اعتراضات

ایک تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوة:

گزارش آئکہ احقر نے ۱۴۸۸ھ میں اب سے ۲۰ سال پہلے اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقائد کی مصدقہ دستاویز ”المہند“ کا خلاصہ مع اضافہ بنام ”عقائد اہل سنت والجماعت“ شائع کیا تھا ”المہند“ پر توشیح الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا عزیز الرحمن مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ کی تصدیقات ثبت ہیں۔ اس خلاصہ پر بھی اس وقت کے اکابر علماء دیوبند کے دستخط حاصل کر لئے گئے تھے اس کی تصدیق کرنے والوں میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب اور مولانا محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ وغیرہ حضرات شامل تھے۔ یہ رسالہ بحمد اللہ اپنے اختصار اور سہل الحصول ہونے کی وجہ سے نہایت درجہ نافع اور مفید ثابت ہوا اور عام مسلمانوں کو عقائد حقہ اہل سنت والجماعت اور عقائد علماء دیوبند رحمہم اللہ سے واقفیت حاصل ہونے کا ذریعہ بنا۔

اس رسالہ کو سب سے پہلے مولانا محمد علی صاحب جالندھری مرحوم سابق ناظم اعلیٰ تحفظ ختم نبوت نے اپنے خرچہ پر شائع کیا تھا پھر اس کو ”المہند“ کے ساتھ ادارہ اسلامیات نے شائع کیا اور کئی مرتبہ شائع ہوتا رہا۔ اب بھی کئی اداروں کی طرف سے علیحدہ بھی اور ”المہند“ کے ساتھ بھی شائع ہو رہا ہے، اب ”عقائد اہل السنۃ والجماعت“ کے نام سے شائع شدہ اشتہار اور یہ مغلط بھی اسی سے ماخوذ ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ یہ رسالہ ”المہند“ اہل بدعت کے الزام کے جواب میں اب سے ۹۴ سال پہلے سن ۱۳۲۵ھ کو شائع ہوا تھا اس لئے اس میں انہی عقائد کا ذکر ہے جن کے بارے میں اہل بدعت نے ”علماء دیوبند“ پر الزامات لگائے تھے۔ خاص طور پر ایسے عقائد کا تذکرہ کیا گیا ہے جن میں وحشیہ سے اختلاف ہو رہا تھا، اکابر علماء دیوبند نے وحشیہ کے عقائد کی سختی سے تردید کی اور ان الزامات کا غلط ہونا ثابت کیا جو اہل بدعت نے ان حضرات پر لگائے تھے اس لئے اس رسالہ میں ان عقائد کا ذکر نہیں کیا گیا، جو متفق علیہ تھے اور ان میں اختلاف رونما نہیں ہوا تھا۔

در حقیقت یہ رسالہ ”المہند“ بریلویہ کے الزامات کی تردید کے لئے لکھا گیا تھا، اب اگر اس کے مندرجات کو قرآن و سنت کے خلاف کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اکابر علماء دیوبند نے اپنے اوپر سے الزامات کو دفع کرنے کے لئے قرآن و سنت کے خلاف عقائد کا اظہار کیا۔ یہ کتنا بڑا الزام کھان حق کا علماء دیوبند پر ہوگا، بریلویہ نے علماء دیوبند پر غلط الزام لگائے، علماء دیوبند نے ان کی تردید کر دی اور ان کا غلط ہونا ثابت کر دیا۔ ”المہند“ کے علاوہ دوسری کتابوں ”الشهاب الثاقب“ ”نقش حیات“ سے بھی ان الزامات کی واضح تردید ہو رہی ہے، مگر افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ بعض ایسے حضرات جن کو علماء دیوبند سے تلمذ کا رشتہ بھی حاصل ہے وہ کہتے ہیں کہ ”المہند“ وغیرہ

میں جو عقائد علماء دیوبند کے ظاہر کئے گئے ہیں وہ قرآن و سنت کے خلاف ہیں اور وہ علماء دیوبند کے عقائد نہیں ہیں۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ بریلویہ کے الزامات کے جواب میں علماء دیوبند نے اپنے صحیح عقائد کا اظہار نہیں کیا، اس سے بڑھ کر کیا الزام علماء دیوبند پر ہو سکتا ہے جو ان کے نام لینے والے ہی ان پر لگا رہے ہیں اور کتان حق بلکہ خلاف حق اظہار کا ان کو مجرم ٹھہرا رہے ہیں۔

سوالات کے جواب سے پہلے حضرات اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ نے بطور اصول کے جو ارشاد فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اپنے صحیح عقائد کو پیش کیا ہے اور وہ قرآن و سنت، اجماع امت اور علماء کلام کے موافق ہیں۔ فرماتے ہیں:

(۱) ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری ساری جماعت بحمد اللہ فروعیات میں مقلد ہیں مثلاً اے خلق حضرت امام ہمام امام اعظم ابو حنیفہ نفعان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے۔ اصول و اعتقادات میں پیرو ہیں امام ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہما کے الخ۔ (المہند ص ۲۹)

(۲) دوسری بات یہ کہ ہم دین کے بارے میں کوئی بات ایسی نہیں کہتے جس پر کوئی دلیل نہ ہو، قرآن مجید کی یا سنت یا اجماع امت کی یا قول کسی امام کا۔ الخ۔ (المہند ص ۳۰)

(۳) اگر کسی عالم کا دعویٰ ہے کہ ہم نے کسی حکم شرعی میں غلطی کی ہے، سو اگر وہ مسئلہ اعتقادی ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کرے علماء کی تصریح سے، اور اگر مسئلہ فرعی ہے تو اپنی بنیاد کی تعمیر کرے ائمہ مذہب کے راجح قول پر، جب ایسا کرے گا تو ہماری طرف سے خوبی ظاہر ہوگی، یعنی دل و زبان سے غلطی

تسلیم کریں گے۔ (المہند ص ۳۱)

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے تمام اکابر علماء اور مشائخ دیوبند فروعات میں امام ابوحنیفہ اور اعتقاد میں امام ابوالحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی رحمہم اللہ کے مقلد ہیں۔ اور ان کے ہر قول پر قرآن و سنت، اجماع امت اور قول ائمہ میں سے کوئی نہ کوئی دلیل ضرور ہوگی، اور جو اس کے خلاف دعویٰ کرتا ہے وہ فروع میں ائمہ مذہب کے راسخ قول کے اور اصول میں علماء کلام کی تصریح کے خلاف ہونا ثابت کرے۔

ان اصولوں کی روشنی میں ہماری بھی یہی گزارش ہے کہ اکابر علماء دیوبند کے عقائد میں قرآن و سنت اور اجماع امت اور ائمہ علماء کلام کے خلاف کوئی عقیدہ ثابت ہو جائے تو ہم شکرگزاری کے ساتھ قبول کریں گے۔

معیار حق

کسی مسئلہ کے حق و باطل ہونے کا معیار کتاب و سنت، اجماع امت اور علماء کلام کی موافقت یا مخالفت ہے۔ فرقہ بریلویہ کی موافقت یا مخالفت کسی مسئلہ کے حق و باطل ہونے کا معیار نہیں ہے۔

اس زمانہ میں عقائد علماء دیوبند سے ناواقفیت ہونے کی وجہ اکثر بریلویت کی تردید اور اس کی نقیض کو ہی دیوبندیت سمجھتے ہیں اور ان کو کچھ خبر نہیں ہے کہ اکابر علماء دیوبند کا کیا مسلک ہے، اسی لئے جب اشتہار ”عقائد اہل سنت والجماعت عقائد علماء دیوبند“ میں علماء دیوبند کی مسلکی دستاویز ”المہند“ اور دوسری بعض کتابوں سے منتخبہ عقائد شائع ہوئے تو بعض سطح بین لوگوں نے ان کو بریلویوں کے عقائد سمجھا اور یہی گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ عقائد تو بریلویوں کے ہیں، حالانکہ یہ سب عقائد علماء دیوبند کے مصدقہ اور ان کی کتابوں میں مرقوم ہیں اور ہمارے رسالہ ”خلاصۃ المہند“ میں ان کے

حوالہ آج سے ۳۰ سال پہلے دیدئے گئے تھے ان کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، اگر یہ عقائد بریلویوں کے ہیں تو لازم آتا ہے کہ اکابر علماء دیوبند سب کے سب بریلوی تھے اور بریلوی مذہب حق ہے۔

ان عقائد کے علماء دیوبند کی طرف منسوب ہونے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ ان کی مصدقہ کتاب ”المہند“ اور دوسری بعض کتب معتبرہ میں وہ عقائد مسطور ہیں اس سے زیادہ کی ذمہ داری ہم پر نہیں مگر پھر بھی بعض مسائل کے دلائل قرآن و سنت اور اجماع امت سے دیدئے گئے ہیں۔ اب ان کو دیدہ و دانستہ قطع نظر کر کے یہی کہے جانا کہ ان عقائد کے دلائل کتاب و سنت، اجماع امت سے نہیں دئے گئے یہ سخت قسم کی مغالطہ وہی ہے اہل حق کا یہ وطیرہ نہیں ہو سکتا۔

فقہاء کرام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ فقہ کی معتبر کتابوں شامی وغیرہ کے حوالہ سے سوالات کے جوابات لکھتے ہیں اور ان کتابوں کے حوالے لکھتے ہیں جن سے انہوں نے وہ مسائل حاصل کئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عقائد میں علم کلام کی کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے، براہ راست قرآن و سنت کا حوالہ دینے کا معمول نہیں ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ تھانہ بھون، کفایت المفتی، از مفتی کفایت اللہ مرحوم وغیرہ کا یہی طریقہ ہے۔

جن علماء کو فتاویٰ کے کام سے مناسبت اور اس کام سے واسطہ ہے ان کو اس معمول کا علم ہے، یہ الگ بات ہے کہ وہ عقائد و مسائل اپنی جگہ کتاب و سنت اور اجماع امت، قیاس مجتہد سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور ضرورت کے موقع پر ان کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ مگر ہر سوال کے جواب میں ان کا ذکر نہیں کیا جاتا، تمام مطبوعہ کتب فتاویٰ کا یہی طریقہ ہے ناظرین دیکھ سکتے ہیں۔

علماء مدینہ منورہ سے اکابر علماء دیوبند کی خدمت میں اصول و فروع کے متعلق چند سوالات پیش ہوئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا تحلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جوابات تحریر فرمائے اور بحیثیت مجیب جواب میں اپنے عقائد کا ذکر کر دیا یہی ان کی ذمہ داری تھی کیونکہ علماء مدینہ منورہ نے ان کے عقائد ہی معلوم کئے تھے۔ مزید برآں بعض جگہ دلائل کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا جیسا کہ ”المہند“ کے مطالعہ سے واضح ہے۔ اور دوسرے اکابر علماء کرام کی تصدیقی تحریرات کا بھی اضافہ کر کے ان جوابات کو علماء دیوبند کی اجماعی دستاویز بنا دیا گیا۔ پھر علماء حرمین اور شام و مصر سے تصدیق کرائی گئی اس سے مانگو یہ اشتراک و مغلط شائع کیا گیا ہے، اس کے عقائد اور مندرجات جاریے اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کے تحریر کردہ اور مصدقہ ہیں ان کی تائید میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ”مقام حیات“ علامہ خالد محمود ”تسکین الصدور“ مولانا سر فراز صاحب شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گجرانوالہ ”حیات انبیاء“ اور ”مسئلہ وسیلہ“ وغیرہ رسائل میں علماء دیوبند کے مسلک کو ثابت کیا گیا ہے۔ اب اگر اس اشتراک و مغلط کے مندرجات سے کسی کو اختلاف ہے اور اکابر علماء دیوبند کے متفقہ عقائد سے انکار ہے تو وہ ان عقائد کے خلاف اپنے عقائد شائع کر دے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کا عقائد علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں اور مسلک علماء دیوبند کے خلاف ہے۔

خلاصہ سمجھوتہ راولپنڈی

فریقین سے خط و کتابت اور اگر گفت و شنید کے بعد ۲۲ جون ۱۹۶۲ء کو دونوں جانب کے اکابر حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا محمد شفیع سرگودھوی، اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی

نور محمد صاحب، مولانا مفتی عبدالرشید صاحب۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی قیام گاہ ورکشاپی راولپنڈی میں جمع ہوئے اور مجلس میں حضرت قاری صاحب نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا متفقہ قدر مشترک دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا، دونوں حلقوں نے قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر کے دستخط کر دئے اس یادداشت کا متن حسب ذیل ہے۔

عامۃ المسلمین کو نزاع اور جدال سے بچانے کے لئے مناسب ہو گا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں یہ مسئلہ قدر مشترک لگا۔ ضرورت پڑنے پر اسے عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے، تفصیلات پر زور نہ دیا جائے عبارت مجوزہ حسب ذیل ہے :

”وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برنخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلاۃ و سلام سنتے ہیں۔“

محمد علی جالندھری نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ ۲۲ / محرم ۱۳۸۲ھ

لاشے غلام اللہ محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ / جون ۱۹۶۲ء

مجلس اشاعۃ التوحید و السنہ کی توثیق

جمعیت کے نمائندہ اجلاس میں ۸۴ علماء کرام کو مختلف اضلاع سے دعوت دی گئی تھی اس میں بھی مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ کے زیر عنوان اس سمجھوتہ کی توثیق اور اس کے متعلق درج ذیل لفظوں میں قرارداد منظور کی گئی جس کا متن حسب ذیل ہے :

(۳) جمعیت اشاعۃ التوحید و السنہ کا یہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی

پوری جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت قاری محمد طیب صاحب مستم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان صلح ہوئی ہے اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز نہ توڑا جائے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۵۳ راولپنڈی ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

اس قرارداد سے ثابت ہوا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مستم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر جو صلح ہوئی وہ کسی شخص واحد یا چند اشخاص کے مابین نہیں تھی بلکہ اس کو بحیثیت جماعت پوری اشاعت التوحید والسنہ نے نہ صرف یہ کہ تسلیم و قبول کیا بلکہ اس پر عمل کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لئے اپنی تمام جماعت سے درخواست بھی کی تھی۔

ہمارے اس اشتہار اور یہ مظلٹ میں بھی مسئلہ حیات النبی ﷺ اور قبر مبارک کے قریب سے صلاۃ و سلام کے سننے کا ذکر ہے، اسی کو سمجھو توہ اور قرارداد کے مطابق پیش کیا گیا، جیسا کہ عقیدہ نمبر ۷۰ میں تفصیل سے بیان کیا گیا یہ کوئی نیا عقیدہ نہیں ہے۔ اب اس کے تسلیم کر لینے اور نزاع کو ختم کرنے میں پس و پیش کیوں ہے؟ کسی عقیدہ کو سنجیدگی کے ساتھ علمی زبان میں پیش کرنا اور خاص طور پر متفق علیہ عقائد کو پیش کرنا فضاء کو مکدر کرنے کا باعث نہیں ہوتا، یہ تو ہر شخص کا حق ہے کہ وہ اپنے مسلک اور اپنی تحقیق کو اچھے انداز میں مثبت طریقہ سے پیش کرے اس سے تحقیق کی راہیں کھلتی ہیں اور عقیدہ پر جو شخص و خاشاک کے پردے پڑے ہوتے ہیں اور فضاء کو مکدر کیا ہوتا ہے وہ پردے چھٹ کر عقیدہ صاف و شفاف ہو کر سامنے آجاتا ہے، البتہ جابلانہ الزام تراشی اور عامیانہ طرز سے طعن و تشنیع اور مخاطب کی تحقیر اور مسخر و استہزاء فضاء کے مکدر ہونے کا سبب ہو جاتا ہے۔

مفتیانِ ساجی وال کے اشتہار سے مذہبی فضاء مکدر کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ جو فضاء مکدر کی جارہی تھی بلکہ کر دی گئی تھی اور دیوبندیت پر پردہ ڈالا جارہا تھا اور دیوبندیت کے پردہ میں ”یزیدیت“ اور خاریجیت“ و ”وانکار حدیث، پرویزیت“ کی فضاء بنائی جارہی تھی اس اشتہار سے اس پر ضرب کاری لگی تو یزیدیت و خاریجیت کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ گری۔ اور دیوبندیت کے پردہ میں جو مذہبی فضاء مکدر ہو رہی تھی اس کا پردہ چاک ہو گیا اس کے جواب میں اب سوائے جاہلانہ الزام تراشی اور دشنام طرازی کے آپ کے ہاتھوں میں کچھ باقی نہیں رہا۔ عبدالعزیز کے نام سے یہ فرض ادا کرنے کے لئے یہ اشتہار دیا گیا ہے۔

ہمارے اشتہار نے علماء دیوبند کے صحیح عقائد کو بتلادیا اور جن عقائد کو دیوبند کے نام سے اب تک پھیلا یا جارہا تھا ان کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ اب گالی گلوچ کے سوا ان نام نہاد دیوبندیوں کے پاس اور کیا رہ گیا؟

اگر یہ اشتہار ”قبر پرستوں کا ماڈرن، بناسیتی دیوبندی ایڈیشن“ ہے تو پھر معلوم ہونا چاہئے کہ تقریباً سو سال سے یہ ایڈیشن طبع ہو رہا ہے۔ یہ اشتہار اسی ”المہند“ وغیرہ سے طبع کرایا گیا ہے۔ اگر حضرت مولانا قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا شیخ المہند محمود حسن دیوبندی، مولانا غلیل احمد سارنپوری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمہم اللہ وغیرہ قبر پرستوں کے ایجنٹ ہیں اور انہوں نے ان کی ایجنسی کے طور پر یہ عقائد لکھے ہیں اور شائع کئے ہیں تو ہمیں خوشی ہے کہ ہم ان حضرات اکابر کے نقش قدم پر گامزن ہیں اور ان ہی حضرات کے پیروکار ہیں۔

سارع موتی اور حیاتِ انبیاء اور وسیلہ کو ثابت کرنے کے لئے ہم تو بھلا اللہ

اپنے اکابر رحمہم اللہ کی وکالت کر رہے ہیں، آپ لوگ ان عقائد کے انکار پر کن لوگوں کی وکالت کر رہے ہیں؟ کہیں معتزلہ اور روافض کی مزدوری تو نہیں کر رہے؟

حضور ﷺ کی قبر مبارک میں حیات مبارکہ سے حضرت ابو بکر صدیق، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو مجاورت کی فضیلت کا شرف حاصل ہو رہا ہے، روافض کی طرح مظلوم ہوتا ہے وہ آپ لوگوں کے لئے قابلِ برداشت نہیں ہے اس لئے حیات الانبیاء سے ہی انکار کر رہے ہیں اس طرح روافض کی استغنیٰ کا حق الخدمت تو حاصل نہیں کر رہے؟

جب فریقین کے سمجھوتہ میں تسلیم کر لیا گیا تھا کہ ”وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جس اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روح اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلاۃ و سلام سننے میں“ تو پھر اس کا انکار کر کے فقہانہ نزاع کون جگا رہا ہے اور علمی فضاء کو کون مکدر کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟

اسی سمجھوتہ میں وفات کے بعد روح کے تعلق سے جد اطہر کو قبر شریف میں حیات کو بھی تسلیم کر لیا گیا تھا، اور قبر مبارک سے قریب پڑھے ہوئے صلاۃ و سلام سننے کا بھی اقرار کر لیا گیا، روح کے تعلق سے جد اطہر کی حیات اور سماع عند القبر ان دونوں عقیدوں کو تسلیم کر لیا گیا تھا، اس وقت یہ دونوں عقیدے قرآن کے خلاف نہیں تھے اب یہ قرآن کے بھی خلاف ہو گئے، اور ”قبر پرستوں کا ماؤرن ایڈیشن“ بھی ہو گیا فانی اللہ المصنوع کی۔ مگر ان طعنوں سے حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔

تعجب کی بات ہے کہ آیت کا ترجمہ تو کیا جا رہا ہے کہ ”آپ مردوں کو نہیں سانسکتے“ آپ ان لوگوں کو سانسنے والے نہیں ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں ”ان دونوں

آیتوں میں مردوں کے سننے کی نفی نہیں کی گئی بلکہ سنانے کے نفی کی گئی ہے جیسا کہ اوپر کے ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ قرآن کریم میں یہ نہیں ہے کہ ”مردے سنتے نہیں“۔ لوگوں کو یہی ترجمہ کر کے دھوکہ دیا جا رہا ہے، اور بتلایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم میں مردوں کے سننے کی نفی آئی ہے۔ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے، اس کا حوالہ دیا جائے؟ مگر مرزا قادیانی کی طرح انا انزلناہ قریباً من القادیان کی طرح نئی آیت نہ بنائی جائے۔

جن دو آیتوں کو پیش کیا جاتا ہے ان کا ترجمہ تو یہ نہیں، تمہاری قرآن فہمی اور قرآن دانی کا دعویٰ اب سب پر آشکارا ہو چکا ہے، اب غلط ترجمے کر کے دھوکہ نہیں دے سکو گے۔

اگر قرآن کریم کی ان آیتوں کا یہ ترجمہ ہوتا تو تمام جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ اس سماع کو برگزیدہ قبول نہ کرتی کیا پوری جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے قرآن کریم کے خلاف قبر کے پاس صلاۃ و سلام سننے کو تسلیم کر کے قرآن کریم کی دو آیتوں کا انکار کر دیا تھا؟ اب یہ سوال تو جمعیت سے کرنا چاہئے کہ نص قطعی کا منکر کون ہوتا ہے؟ اور اب وہ انکار کر کے کیا ہوئے؟

برنخ کے معنی قبر شریف بھی طے ہو گئے تھے اب اس پر غامہ فرمائی کہ ایک تسلیم شدہ امر سے انکار ہے جو ایک شریف انسان کا کام نہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس بھی قرآن مجید کی کوئی آیت ہے جس سے ثابت ہو کہ مردے سنتے ہیں۔ گویا آپ کے پاس تو مردوں کے نہ سننے کی آیت ہے حالانکہ جن دو آیتوں کو پیش کیا گیا ہے ان کا یہ ترجمہ نہیں ہے کہ مردے سنتے نہیں۔ آپ مردوں کے سننے کی آیت کا مطالبہ کر کے اپنا منکر حدیث پر بیڑی ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں، نعرہ قرآن کا مطلب

آپ کا خوارج کی طرح انکار حدیث ہی معلوم ہوتا ہے ورنہ صرف آیت کا مطالبہ کیوں کرتے؟

جب یہ عقیدے تسلیم کئے جا رہے تھے اس وقت ایک لاکھ سے زائد اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی ایک صحابی کا مستند قول پیش کرنے کا مطالبہ کرنا تھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی دنیاوی قبر میں جمد عصری کے ساتھ دنیاوی حیات سے زندہ ہیں، اور سلام خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں کیا قرآن و سنت آپ کے نزدیک قابل قبول نہیں جو صحابی کے قول کا مطالبہ کر رہے ہو؟

حضرت امام ابو حنیفہ کا مسلک اور ”ان المیت لا یسمع“ کا مطلب بھی معلوم کرنا چاہئے تھا کیا اس وقت ان آیات اور ابو حنیفہ کے مسلک اور ”ان المیت لا یسمع“ سے آنکھ بند کر کے ہی سمجھوتہ پر دستخط کئے تھے۔ بلکہ پوری جماعت کو اس کا پابند بنایا گیا تھا؟

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں، سماع موتی میں اختلاف ہے، اور یہ اختلاف صحابہ کے زمانہ سے ہے بہت سے ائمہ سماع موتی کے قائل ہیں اور حقیقہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جن سے عدم سماع موتی معلوم ہوتا ہے مگر امام صاحب سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے اور استدلال عدم سماع کا آیت انک لا تسمع الموتی وغیرہ سے کرتے ہیں اور مجوزین کا استدلال حدیث ما انتم باسمع منهم الخ۔ اور حدیث ”قرع فعال“ سے ہے اور آیت مذکور کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نفی سماع قبول کی ہے، غرض کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قول فیصل ہوا اس میں دشوار ہے پس عوام کو سکوت اس میں مناسب ہے جبکہ علماء کو بھی اس میں تردد ہے اور دلائل فریقین موجود ہیں (ص ۳۶۱ ج ۵) مطلب آیات

کریمہ اور مسلک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سب واضح ہو گیا ہوگا؟

جس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہو، کیا اس کی ایک جانب قطعی ہو سکتی

ہے؟ جبکہ اور بہت سے ائمہ بھی اس کے قائل ہوں؟ آپ نے لکھا ہے :

”پھر آپ انبیاء علیہم السلام کی حیات کو شہداء کی حیات پر قیاس کرتے ہیں

“الخ۔ یہ غلط ہے آپ کو قیاس اور دلائل النص کا فرق معلوم نہیں

ہے، آپ خواجہ خواجہ علمی بحث میں مانگ اڑاتے ہیں کسی عربی مدرسہ میں داخلہ لے کر ان

علوم کو حاصل کریں پھر ان میں گفتگو کریں۔

جب اس پر اتفاق ہو گیا کہ ”حضور ﷺ کو اسی دنیاوی جسد اطہر میں روح کے

تعلق سے حیات حاصل ہے اور آپ قبر کے قریب پڑھے ہوئے صلاۃ و سلام سنتے ہیں

“تو پھر آپ بلاوجہ عام مسلمانوں کو فقہ نزاع اور چکر میں کیوں ڈال رہے ہیں اور آپ

کیوں اپنی جنالت کا مظاہرہ کر رہے ہیں؟ جس قبر مبارک کے قریب سے آپ صلاۃ

و سلام سنتے ہیں وہ کون سی قبر ہے کیا وہ بھی زمینی قبر نہیں ہے؟

اسی طرح آپ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کے مسلک

کے سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے خواجہ خواجہ آپ اس میں دخل دیتے ہیں آپ کو تو قیاس

اور دلائل النص کا فرق بھی معلوم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی

آب حیات کا نام لے کر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے تصدیق فرمائی

ہے۔ فرماتے ہیں ”آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں“ نبی اللہ صلی

یورق“ اس مضمون حیات کو بھی مولوی قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

رسالہ ”آب حیات“ میں بمالامنزید علیہ ثابت کیا ہے“ (ہدایۃ الشیعہ ص ۱۸)

اور ”الہند“ میں ہے : ”پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی

حیات دنیوی ہے اور اس معنی کر برزخی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس بحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا ہے، بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے، اس کا نام ”آب حیات“ ہے۔ (المہند ص ۱۴)

”المہند“ پر حضرت شیخ المہند سے لے کر مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی تک ۲۲ علماء کرام کی تصدیقات ہوئی ہوئی ہیں ان سب نے ”آب حیات“ کا نام لے کر تصدیق کی ہے یہ ان کا تفرد نہیں ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مانوٹوی فرماتے ہیں :

”حسب ہدایت“ کل نفس ذائقۃ الموت“ اور انک میت وانہم میتون“ تمام انبیاء کرام علیم السلام خاص کر سرور انام ﷺ کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے۔“ (لطائف قاسمیہ ص ۴)

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی فرماتے ہیں : ”یہ تمام امور اس امر میں قطعی دلیل ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیم السلام کی حیات جانی اور ارواح طیبہ کا اجسام مبارکہ سے تعلق قائم ہے۔“ (سیرۃ المصطفیٰ ص ۲۸۴ ج ۲)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سارنپوری تحریر فرماتے ہیں ”اور اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے۔ (فضائل درود شریف ص ۳۷)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”حضور ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے کیونکہ جدا پھر اس کے اندر موجود ہے بلکہ خود حضور یعنی جدمع تلبس روح اس کے

اندر تشریف رکھے ہیں کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔“ (اشرف الجواب ص ۱۶۰ ج ۲)
اب غور کر لیا جائے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی کس جگہ کو ”قبر مبارک“ کہہ رہے اور کس جگہ میں جسد مبارک کو روح کے تعلق کے ساتھ تشریف فرما تسلیم کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسد مبارک اسی زمینی قبر مبارک میں مدفون ہے اسی میں آپ کی روح مبارک کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق اور تشریف رکھنا حضرت تھانوی تسلیم فرما رہے ہیں اب اس زمینی گڑھے کے قبر ہونے کا انکار کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟
اسی طرح حضرت مولانا محمد ادریس صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہما اللہ وغیرہ کے کلام میں اسی زمینی قبر کو قبر کہا گیا ہے، اس کا انکار کرنا خلاف حقیقت ہے۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں ”حقیقت قبر محل وجود میت ہے۔“ (امداد الفتاویٰ ص ۴۶ ج ۲)

ان عبارات اکابر کو دیکھ کر کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ حضرات زمینی قبر کے قبر ہونے کا انکار کر رہے ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ اسی زمینی قبر میں قبر کا مندرجہ تسلیم نہیں کرتے، جو ایک حقیقت ہے اور علمی سطح کی بات ہے۔ عبدالرشید عیسیٰ جملہ کے سمجھنے کی بات نہیں ہے، یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علماء دیوبند رحمہم اللہ سے براہ راست فیض یاب ہونے اور علمی اور روحانی اکتساب کرنے والے ابھی تک زندہ ہیں کسی جاہل یا بزعم خود عالم کی مسلک دیوبند پر پردہ ڈالنے کی ہر کوشش کو کام بٹا دیا جائے گا میدان کو خالی نہ سمجھا جائے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلیل۔

۲۷ / رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

ضبط و ترتیب : عبدالناصر ترمذی

توبہ کے ثمرات

افادات :

برکۃ العصر حضرت اقدس نواب عشرت علی خاں قیصر نور اللہ مرقدہ

بیان : کوہسار مسجد F-6/3 اسلام آباد۔ بتاریخ 15-11-1998

بعد الحمد والصلوة : اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ

الرحمن الرحیم یا ایہا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا (التحریم ۸)
صدق اللہ العظیم۔

توبہ اور استغفار پر بے شمار آیات ہیں، احادیث بھی ہیں اولیاء اللہ کے اقوال بھی ہیں۔ یہ آیت کریمہ جس کی تلاوت کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کیا ہے۔ یہ آیت تو اہل ایمان کے متعلق ہے کیونکہ یا ایہا الذین امنوا فرمایا۔ توبہ کی بعض آیات کفار کے متعلق بھی ہیں، سورۃ فرقان میں جو آخری رکوع کی آیت ہے : الا من تاب وامن وعمل صالحاً فاؤنک یمبدل اللہ سیئاتہم حسنات (الفرقان ۷۰) اس کا تعلق کفار سے ہی ہے۔ ہماری آج کی اصلاحی مجلس کا موضوع توبہ ہے۔

توبہ کی قدر و فضیلت

حسنات میں سے توبہ بڑی فضیلت کی چیز ہے سارا دار و مدار توبہ پر ہی ہے پھر اس کے بعد انسان اگلا قدم اٹھائے گا۔ فرمایا کہ : یا ایہا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ النصوحا اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔ توبہ کے لغوی معنی

ہیں رجوع کرنا پلٹ کے آنا

بازا بازار آنچے ہستی باز آ گر کافرو گہر و بہت پرستی باز آ

کافر، یہود، نصاریٰ، مشرک ہنود جو بھی ہے اس کے لئے ایک عام اعلان ہے کہ پلٹ کے آجائے توبہ کر لے۔ ایں درگاہ درگاہ نومیدی نیست

کہ یہ ہماری درگاہ ہے یہاں مایوس اور ناامید ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں، تو نے کفر بھی کر لیا، شرک بھی کر لیا، جبکہ شرک ایسا گناہ ہے جس کے متعلق قطعی حکم ہے کہ: ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء (النساء ۱۱۶) مگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کو معاف کر دے گا، وہ تو بغیر توبہ کے بھی معاف کر سکتے ہیں، بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی وجہ سے معاف کر دیتے ہیں، کچھ اپنے فضل سے معاف کر دیتے ہیں، کچھ رحمت سے معاف کر دیتے ہیں، کچھ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ شرک کو معاف نہیں کروں گا لیکن اگر توبہ کر لیتا ہے تو شرک بھی معاف ہو جاتا ہے، بحان اللہ! توبہ کی کتنی قدر ہے۔ توبہ درگاہ نومیدی کی نہیں ہے۔ صدارت اگر توبہ شمس باز آ سو دفعہ بھی اگر توبہ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ کر لے۔

توبہ کی حقیقت

اب ایک تو توبہ کی حقیقت معلوم ہونی چاہئے کہ توبہ کی حقیقت کیا ہے، پھر توبہ کی ضرورت بھی، کیونکہ حکم دیا جا رہا ہے: یا ایہا الذین امنوا اتوبوا الى الله توبۃ نصوصحا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنا ہر مومن بندے پر فرض و واجب ہے، کیونکہ امر کا صیغہ ہے توبوا الى الله اور امر و وجوب کے لئے آتا ہے، تو اس سے توبہ کی ضرورت بھی معلوم ہوتی اور توبہ کی حقیقت وہ لغوی معنی سے معلوم ہو گئی، توبہ

کالغوی معنی ہے رجوع کرنا پلٹ کے آنا، کس سے رجوع کرنا؟ اصل میں بندہ نافرمانی میں پڑ کر اپنے خالق و مال سے بہت دور ہو گیا تھا اب توبہ کر کے قریب آ جا۔ گناہ کئے تھے، کبر کیا تھا، شرک کیا تھا۔ بھائی ایک نافرمانی تو بندہ مؤمن کی ہے کہ اس سے معصیت سرزد ہو گئی خطا، سوا یا عدا۔ اور ایک نافرمان نہیں بلکہ وہ باغی ہے جیسا کہ کافر و مشرک، دہریہ، ملحد، زندیق کہ یہ سارے جتنے بھی ہیں مانتے ہی نہیں۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ

اس پر ایک واقعہ یاد آیا جو کہ مصدقہ ہے، حضرت بشر حافی رحمہ اللہ بغداد میں ایک بزرگ گزرے ہیں غالباً تیسری چوتھی صدی کے ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے وعظ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے بسا مال و دولت عطا فرمائی تھی، زندگی عیش و طرب میں گزر رہی تھی، راتوں کو شراب نوشی رقص و سرود وغیرہ کا معمول تھا۔ بقول حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کہ ہماری نظر اس پر تو تھی ہی نہیں

رہ گزر دیا ہے یہ بستی نہیں جائے عیش و عشرت و مستی نہیں انہوں نے دنیا کو یہی جائے عیش و عشرت و مستی بنا رکھا تھا، مستی تو آئے گی جب یہ سب دھندے ہوں گے، خیر ایک دن ایسا ہوا کہ محفل جمی ہوئی تھی رات کا وقت تھا۔

اچھا یہ ایک عجیب بات ہے کہ لوگوں نے فق و فجو رکے لیے بھی رات کو منتخب کیا ہوا ہے اور قرب الہی کے لیے بھی رات ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ شب بیداری کی تعریف فرما رہے ہیں :

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (الفرقان ۶۴) ”یَبِيتُونَ“ کے

معنی میں رات بسر کرنا۔ یہ حضرات ساری رات سجدے میں پڑے رہے، اور رو رہے ہیں، مولیٰ کو یاد کر رہے ہیں، معافی مانگ رہے ہیں، توبہ کر رہے ہیں، استغفار کر رہے ہیں، اسی میں رات گزر گئی اور صبح گانے میں رات گزر رہی ہے۔

تو حضرت بشر حافی کا واقعہ سنا رہا تھا، کہ ان کی مجلس جمی ہوئی تھی اور یہ سب کچھ وہاں ہو رہا تھا، دروازے پر ایک فقیر آیا اور اس نے صدا لگائی، جس سے محفل میں ٹھنڈک پڑ گئی کہ یہ مرغ بے ہنگام کہاں سے آ گیا، بے موقع صدا لگا رہا ہے، خیر ان کی باندی باہر گئی اور اسے پیسے دینے چاہے تو اس نے پیسے واپس کر دیئے اور کہنے لگا کہ میں پیسے لینے نہیں آیا، میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں، یہ ساری رنگ رلیاں دیکھ کر اس نے سوال کیا یہ بتا اس گھر کا مالک کوئی آقا ہے یا غلام ہے؟ کیسا معنی خیز سوال ہے، کہنے لگی آقا ہے۔ کہا ہاں! جمعی تو اگر غلام ہوتا تو اپنے آقا کو یاد کرتا یہ کہا اور چلا گیا اندر گئی تو پوچھا کون آیا تھا؟ باندی نے کہا ایک فقیر آیا تھا اس نے یہ سوال کیا کہ اس گھر کا مالک آقا ہے یا غلام؟ میں نے یہ جواب دیا تو اس نے کہا جمعی تو غافل ہے اگر غلام ہوتا، اپنے مولیٰ کا بندہ ہوتا تو مولیٰ کو یاد کرتا۔ بس یہ جملہ سنا تو دل پر چوٹ لگی اور اسے دھونڈنے کے لئے اٹھے لیکن وہ جاچکا تھا معلوم نہیں کون تھا، وہ نہیں ملا انہوں نے واپس آکر سب جام وغیرہ توڑ کر پچی توبہ کر لی۔

پھر توبہ کے بلند درجات اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے، اور ان کی ایک عجیب کرامت ظاہر ہوئی کہ انہوں نے جوتے پہننے چھوڑ دیئے اور کہا: والارض فرشنہا فنعم الماھدون کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کا فرش پہچایا ہے، فرماتے ہیں کہ دیکھو ہم نے کیا اچھا فرش پہچایا ہے اور ہم کیسے اچھے پہچانے والے ہیں فنعم الماھدون، اب اس اللہ تعالیٰ کے پہچائے ہوئے فرش پر ہیں جوتے پہن کر چلوں؟

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس توبہ کی وجہ سے انہیں یہ کرامت عطا فرمائی کہ جس راستے پر حضرت بشرحانی گھر سے مسجد کی طرف جایا کرتے تھے اس سڑک کے اوپر کوئی پرندہ اور کوئی جانور غلاظت نہیں کرتا تھا کوئی بیٹ نہیں ہوتی تھی راستہ بالکل صاف ہوتا تھا، یہ ان کی کرامت تھی، اور بھی بہت سی کرامتیں صادر ہوئیں۔

حضرت بشرحانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر کا آخری حصہ تھا بیمار رہا کرتے تھے ان کے ایک دوست جو ان سے ملنے آیا کرتے تھے ایک دن جب وہ ملاقات کے لئے جانے لگے تو دیکھا کہ آج اس راستے میں کوئی بیٹ پڑی ہوئی ہے یہ کھٹک گئے، غلش ہوئی کہ کوئی معاملہ ہے، پہنچے تو جوازہ تیار تھا۔ تو بندہ ایسی خالص سچی توبہ کرے۔

احساس ندامت

حدیث پاک کے اندر ہے کہ ”اصلی توبہ دل کا دکھنا ہے“ کہ ہائے کیا کام ہو گیا، دل دکھتا ہے، ندامت ہوتی ہے، ایک مصرعہ یاد آیا کہ گناہ کرنے کے بعد ندامت سے ایک بندے کی کیفیت ایسی ہوئی فرمایا کہ:

ع دی شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

اب اس شرم سے میں مر جا رہا ہوں، ڈوبے جا رہا ہوں کہ تو نے دیکھ لیا ہے میرے اس گناہ کو۔ کرچکا اب بگایا کروں؟ اس گناہ کی اتنی شرم ہوئی کہ یہ سوچ کے ڈوب گیا اپنی ندامت اور شرم میں۔

توبہ کی ابتداء و انتہاء

دل دکھ جانے یہ ہے اصل توبہ، ہمارے حضرات اکابر فرماتے ہیں کہ توبہ کی ایک ابتداء ہے اور ایک انتہاء ہے، ابتداء تو یہ ہے کہ جب گناہ کرنے کے بعد ندامت پیدا ہوئی اور بندے کا دل دکھا، بس جیسے ہی اس کے قلب میں یہ ندامت اور رجوع

الی اللہ کا احساس پیدا ہوا اسی وقت معرفت الہی کے نور کی شعاعیں اس کے قلب میں پھیل جاتی ہیں، اب قلب میں معرفت الہی آگئی اور توبہ کی ابتداء ہو گئی، اب اس کے بعد اعمال کی اصلاح کرے جو توبہ کا طریقہ ہے، بس پھر رفتہ رفتہ ایسا وقت آجاتا ہے کہ بندہ نفس پر قابو پا لیتا ہے اور وہ توبہ کی استہاء ہوتی ہے۔
توبہ اور استغفار

توبہ مشکل ہے تین زمانوں پر۔ ماضی، حال اور مستقبل۔

ماضی پر ندامت، پشیمانی، شرمندگی ہو گئی، دل دکھا، افسوس ہوا۔ حال جس گناہ میں مبتلا ہے چغل خوری کرتا ہے، غیبت کرتا ہے، بزدلگاہی کرتا ہے حد سے یا متعجب ہے جتنے بھی گناہ ہیں ظاہر کے ہوں یا باطن کے ان کو فوراً ترک کر دے، ترک معصیت فی الفور۔ مستقبل میں عزم مصمم کہ اب نہیں کروں گا لیکن اگر ہو جائے گناہ، کیونکہ بندہ خطا اور نسیان کا پتلا ہے تو پھر فوراً توبہ کر لے۔ سود فہ بھی اگر توبہ ٹوٹ جائے تو پھر بھی توبہ کرے

جو کام ہوتا ہے عی بھر بھی
تو رشتہ محبت کا عاشق نہ چھوڑے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

اللہ سے رشتہ جوڑتا ہے اسے نہ چھوڑے مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً (الزمر ۵۲) مفسرین فرماتے ہیں کہ ”یغفر“ مشارع کا صیغہ ہے حال اور مستقبل دونوں اس میں شامل ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں اسے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے میری رحمت سے مایوس نہ ہو، ان

اللہ یغفر الذنوب جميعها۔

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمہ اللہ اکثر اپنی مجلس میں جب یہ آیت تلاوت فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں نے تمہارے تمام گناہوں کو بخش دیا اور بخش دوں گا۔ اس میں دونوں زمانے آجاتے ہیں حال بھی اور مستقبل بھی، تو حضرت یہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے مطابق جمیع کالفاظ استعمال فرمایا، جاری یادداشت میں نہیں آسکتے کہ کتنے گناہ کئے تھے، اللہ تعالیٰ اپنی شان سے فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے جمیع ذنوب کو معاف کر دوں گا اور پھر اس کی مزید تاکید کر دی انہ ہوا الغفور الرحیم۔ بندوں کے لئے اللہ کا یہی وعدہ کافی تھا کہ میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا، معاف کر دوں گا، لیکن مزید تاکید اور اطمینان کے لئے فرمایا کہ اللہ تو ہے ہی غفور الرحیم۔ فرمایا کہ نبی عبادی انی اذا الغفور الرحیم۔ میرے بندوں کو بخلا دیجئے کہ میں ہی اصل بخشنے والا مہربان ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا رحیم ہونا اسماء حسنیٰ میں سے صفت ہے، صفت ذات کے ساتھ منسلک اور مستلزم ہوتی ہے، جبکہ عذاب اللہ کی صفت نہیں وہ ایک فعل ہے۔

بچنے بھی گناہ ہیں وہ سارے اللہ ایک توبہ سے معاف کر دے گا، ہمارے بزرگوں میں شاید حضرت حکیم الامت نے فرمایا ہے کہ توبہ اور استغفار کی مثال اپنے گناہوں سے ایسے ہے جیسے ڈائنامیٹ کی ذرا سی پٹیا کہ پہاڑوں اور چٹانوں کو اڑا دیتی ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ سچی اور خالص توبہ ہو۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت فضیل بن عیاض ہمارے سلسلہ چشتیہ کے اولین بزرگوں میں سے ہیں، چار واسطوں سے ان کا واسطہ نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے ان کا واقعہ

لکھا ہے کہ پہلے یہ ڈاکوؤں کے سردار تھے، سارے ڈاکو ان کے گھر پر جمع ہوتے تھے اور وہاں اسکیں بنتی تھیں۔ ایک دن ڈاکہ ڈالنے جا رہے تھے اور سارا گروہ بھی ساتھ تھا، راستے میں کوئی تلاوت کر رہا تھا تو یہ آیت ان کے کان میں پڑی: اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ كَمَا كَانُوا يُؤْمِنُوْنَ بِآيَاتِهِ الّٰتِيْةِ اَمْ يَسْمَعُونَ اِلَّا نَجْوٰى اَنْفُسِهِمْ اَوْ نَجْوٰى بَعْضِ الْاَوَّلِيْنَ اِلَىٰ بَعْضِ الْاٰخِرِيْنَ اَوْ نَجْوٰى اِلَىٰ جُنُودٍ لِّبَعْضِ الْاَوَّلِيْنَ اِلَىٰ بَعْضِ الْاٰخِرِيْنَ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنْ يَّكُوْنُوْا سَوَآءٌ مِّمَّنْ يَنْجُوْا مِنْ اَدْحٰثِ اللّٰهِ اَلَمْ يَكُوْنُوْا اَعْيُنًا لِّللّٰهِ يَنْظُرُوْنَ اَمْ لَمْ يَلْمِزْهُمْ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ جو نبی کان میں یہ آیت پڑی تو فوراً بے ساختہ زبان سے نکلا آن آں، کہ وقت آگیا، وقت آگیا۔ اور حضرت فضیل سب کچھ چھوڑ آئے اور فوراً توبہ مانب ہو گئے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایک رجسٹر اور تجوری رکھی ہوئی تھی جس کا بھی مال لوٹتے اس کی کیفیت اور مقدار درج کر کے تجوری میں رکھ دیتے تھے کہ کتنا مال ہے اور کیا ہے، زیور ہے، سکہ ہے، روپیہ ہے، چاندی ہے۔

دین کے دو شعبے

دین کے دو ہی حصے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد، حقوق اللہ نماز روزہ حج زکوٰۃ اور دیگر جتنے فرائض ان کی توبہ تو یہی ہے کہ ان کو ادا کرو، جو غازیں قضا کی ہیں تو وہ غازیں پڑھو، زکوٰۃ نہیں دی تو پیسے کا حساب لگاؤ اور زکوٰۃ ادا کرو۔

اور بندوں کے حقوق اگر تکلف کئے ہیں تو اس کی توبہ یہ نہیں ہے کہ بس زبان سے کہہ دیا استغفر اللہ ربی العظیم، اس سے وہ معاف نہیں ہوں گے اس کی معافی کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو اس کی تلافی کرو یا اس کو واپس کرو جو مال لیا ہے یا کوئی اور چیز لی ہے۔ اور اگر واپس کرنے کی استطاعت نہیں رہی تو پھر اس کو معاف کراؤ، جب جا کے توبہ قبول ہوگی، اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرو۔ توبہ قولی بھی ہوگی اور عملی بھی۔ حقوق العباد میں صرف مال و دولت کا غصب کرنا ہی نہیں ہے، کسی کی غیبت کی ہے تو جا کے معاف کراؤ اسی قسم کے اور باطنی گناہ ہیں یا ظاہری گناہ ہیں جو

بندوں سے متعلق ہیں۔

حضرت فضیل عیاض کی استقامت

اب جب حضرت فضیل نے خالص توبہ کر لی تو انہوں نے کہا بھائی توبہ کر لی ہے تو کچھ بندوں کو ان کا مال لوٹا یا اور کچھ سے معاف کرایا، ایک یہودی بھی تھا، یہودی تو بڑا چالاک ہوتا ہے وہ جانتا تھا کہ یہاں رہزن رہتے ہیں تو اس نے اپنی تجوری کے اندر تحصیل میں سونا، چاندی یا جو اہر بھر کر رکھنے کے بجائے ریت بھر کر رکھا ہوا تھا، تو یہ ڈاکہ ڈالنے آئے اس کے گھر میں نقب لگایا اور جو چیز مٹی جلدی جلدی میں لے کے چلے آئے، تحصیل بھی لے آئے کہ اس میں بھی کچھ ہوگا، تحصیل بھاری تھی سمجھے بہت مال ہوگا، جا کے وہاں رکھ دیا اور لکھ بھی دیا۔

اب اس یہودی کو پتہ چلا کہ انہوں نے سچی توبہ کر لی ہے اور لوگوں کا مال واپس کر رہے ہیں، سوچا کہ میں بھی چلوں، چنانچہ وہ آیا اور اس نے کہا کہ میرا مال بھی لائیے، فضیل بن عیاض نے کہا بھائی تمہارا مال نہیں تھا، وہ یہودی اصرار کرتا رہا کہ نہیں مال تھا، فضیل بن عیاض نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ نہیں مانا اس نے کہا کہ میرا مال تھا وہ واپس کریں ورنہ میں معاف نہیں کروں گا اور آپ کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ انہوں نے سوچا کہ اب کیا کریں۔ وہ یہودی کہنے لگا کہ اچھا آپ ایسا کریں جو میری تحصیل رکھی ہوئی ہے وہ لے آئیں، یہ گئے اور وہ تحصیل لاکے اس کے سامنے رکھ دی، جب یہودی نے وہ تحصیل کھولی تو بجائے ریت کے سونا نکلا۔ وہ یہودی پڑھا لکھا تھا تو رات کا مطالعہ کیا ہوا تھا اس نے خود تشریح کی کہ میں نے اپنی کتاب تو رات میں پڑھا تھا کہ جو اللہ کے بندے اپنے گناہوں سے خالص اور سچی توبہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں میں ریت کو سونا بنا دیتے ہیں جب میں نے سنا کہ آپ نے

سچی توبہ کی ہے تو میں یہ جاننے کے لئے آیا تھا اور اب مجھے اس بات کا یقین آ گیا ہے کہ یہ توبہ النصوح ہے، یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھا اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔
توبہ ایمان کا جز ہے

توبہ کے معنی اور حقیقت سمجھنے کے بعد اب یہ واضح ہو گیا کہ توبہ ہر شخص پر واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: یا ایہا الذین امنوا اتوبوا الی اللہ توبۃ نصوحا، اسے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو کیونکہ توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دے اور یہ سمجھ کر چھوڑے کہ آخرت کے لئے سم قاتل ہے۔ توبہ ایمان کا جزہ اور ایمانیات میں سے ہے اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فمن تاب من بعد ظلمه واصلح فان اللہ یتوب علیہ (المائدہ ۲۹) اس کی تشریح یہ ہے کہ شریعت کے مطابق توبہ کرے۔

حضرت مولانا شاہ ابراہیم صاحب اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اخلاص کی تعریف یہ ہے کہ وہ شریعت کے ماتحت ہو اپنی مرضی سے جو آپ کر لیں گے وہ اخلاص نہیں ہے، احکام شریعت کے مطابق جو عمل ہو گا وہ اخلاص کہلائے گا۔
رحمت الہی کی وسعت

حق تعالیٰ کی وسعت رحمت کی کوئی انتہاء نہیں ہے، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی کہ ہمارے پاس آجاؤ

بازا باز آہر آنچے ہستی باز آ

گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ا میں درگہ مادر گہ نومیدی نیست

صد بار گاہ توبہ شکستی باز آ

آجاؤ چارے پاس، رکھ دو سجدے میں سر، تمساری سماعت ہوگی، تار بیخ نہیں
پڑے گی دنیا کی عدالتوں کی طرح سے کہ فلاں دن بیٹھی ہوگی، بلکہ اسی وقت سماعت
ہو جائے گی۔

جب رکوع میں جا کے حمد بیان کی سبحان ربی العظیم کہا کہ اسے اللہ تیری
ذات بڑی ہے، کیا عظمت ہے سبحان اللہ! اور کھڑے ہو کے کہ اسمع اللہ لمن حمدہ
جواب آ رہا ہے کہ تو نے جاری حمد کی تھی ہم نے سن لی، اللہ نے سن لی تیری حمد۔ جب
اتنے قریب ہیں تو توبہ میں تاخیر کیوں کریں۔

توبہ کا طریقہ

بزرگوں نے لکھا ہے کہ جیسے ہی گناہ سرزد ہو جائے تو دیر نہ کرے فوراً توبہ
کر لے، اہتمام سے وضو کر کے توبہ سے دو رکعت صلوٰۃ توبہ کی نیت سے پڑھے، فوراً اللہ
تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو جائے۔ پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جو حقوق العباد واجب
الاداء ہیں ان کے ادا کرنے کا عزم ان کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے یا پھر اہل حقوق سے
معاف کرائے جائیں، اگر گناہ صادر ہو جائے تو فوراً دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھے
اور گریہ و زاری کے ساتھ زبان سے بھی توبہ کرے۔

ایک حکایت

مشہور مولانا روم میں طوہ فروش کے رونے کا قصہ ہے، مولانا روم نے بیان
فرمایا ہے ایک بزرگ تھے ان کے گھر کے پاس طوہ فروش کی دوکان تھی، ایک دفعہ
ایسا ہوا کہ دکان کا مالک کہیں چلا گیا اور اپنے نابالغ معصوم بچے کو بٹھا لیا کہ بیٹا جو کوئی
گاہک آئے دے دینا اور حساب کتاب لکھ لینا میں جا رہا ہوں۔

بزرگوں کے ہاں چونکہ دسترخوان وسیع رہتا تھا دوست احباب آتے تھے بعض

اوقات پورا نہیں ہوتا تھا تو قرضہ بھی لے لیتے تھے، کافی قرض ہو گیا، اب قرض خواہ تقاضا کرنے بھی آتے تھے کبھی ہوا تو دے دیا، نہیں ہوا تو اللہ سے دعا کرتے تھے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ تین حضرات آئے اور کہا کہ بہت دن ہو گئے اب ہمارا قرض ادا کر دیجئے، کہا صبح کا وقت ہے ناشتہ تو کر لیں، دیں گے ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں، خیر وہ بیٹھ گئے تین آدمی تھے اور برابر میں طلوہ فروش کی دوکان تھی۔ بچہ کو بلایا اور کہا دو کلو سوجی کا طلوہ لے آؤ وہ جلدی سے لے آیا، بزرگوں نے کہا بھائی سب کھاؤ۔ جب سب طلوہ کھا کر فارغ ہو گئے تو بچے نے پیسوں کا تقاضا کیا۔ بزرگ کہنے لگے کہ بھائی میرے پاس پیسے کہاں ہیں میں تو خود مقروض ہوں، دیکھو یہ بیٹھے ہیں ان کا بھی قرض ادا نہیں ہوا تیرا بھی ادا کر دوں گا اللہ تعالیٰ ادا کرائے گا، اب وہ روئے لگا کہ اب آئے گا اور مارے گا کہ تو نے بغیر پیسے لئے کیوں طلوہ دے دیا۔

بزرگ کہنے لگے کہ اب دعا کرو، بچہ رو رہا تھا اس نے بھی دعا مانگنی شروع کی، یہ بھی دعا مانگ رہے تھے، دعا مانگنے کے بعد کہنے لگے ابھی ٹھہر جاؤ! تھوڑی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کے یہاں سے یا کسی رئیس کے ہاں سے ایک تحصیل آئی اس میں اثتر فیاں تھیں ان بزرگوں کے لئے ہدیہ بھیجا تھا، انہوں نے کہا بس ٹھیک ہے اور سب کا قرض ادا کر دیا۔ یہ بچہ رویا تو اس کے رونے پر اللہ کی رحمت آئی۔

یہ حکایت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃً (الاعراف ۵۵) پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔ اور ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنا کر اللہ سے معافی مانگے، تو اب توبہ کی حقیقت بھی بتادی اور توبہ کی ضرورت بھی بتادی گئی کہ واجب اور ضروری ہے اور پھر اس کا طریقہ بھی بتادیا کہ نماز پڑھ کے توبہ کرے، اللہ سے گریہ وزاری کرے

اور قرآن وحدیث میں گناہوں پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کا استحضار رکھے، اور گناہ سے بچنے کے لئے یہ تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اس کے لئے ہمارے اکابر کچھ اشغال اور مراقبات کرایا کرتے ہیں جو اس کے لئے مفید ہیں۔ بس اتنا ہی عرض کرنا تھا اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو یہ توبہ کا مضمون بیان کیا۔ اب دعا کر لیں۔

مولانا امین احمد مظاہری

غیبت ایک گناہ اور اس سے بچنے کا طریقہ (قسط ۱)

بسم الله الكريم والحمد لله العلي العظيم والصلاة والسلام
على حبيبہ الكريم وعلى آله وصحبہ اجمعين

اللہ جل شانہ و عم نوالہ نے اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کو جن بے شمار صفات سے سرفراز فرمایا ہے ان میں سے تین صفات ”بشیر، نذیر، داعی الی اللہ“ ہیں۔

اول کا تعلق اللہ کی اطاعت پر ابھارنے اور فرمانبرداری پر انعامات و اغلال صالحہ کے فضائل اور مطیع بندوں کا بہترین انجام اور مقام کو بیان کرنے کے ساتھ ہے تو دوسری صفت کا تعلق مافرمانیوں اور گناہوں سے بچانے اور گناہ کے اثرات بیان کرنے معصیت کے انجام سے ڈرانے اور نجات دلانے کے ساتھ ہے اور ان دونوں صفات کا اظہار دعوت الی اللہ یعنی اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائے اور ملانے ہی کے ذریعہ ہوا۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں تو ان کی امت آخری امت ہے۔

نبی کریم ﷺ کے طفیل ان صفات سے ان کی امت مرحومہ کو بھی نوازا گیا ہے اور یہ ذمہ داری سوچی گئی ہے اور اس امت کی خیر و بھلائی اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس طرح بیان فرماتے ہیں: کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (پ ۴) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے نفع کے لئے بھیجے گئے کہ بھلی باتوں کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے ایک جماعت خیر کی طرف بلائے والی

ہونی چاہئے جو بھلائی کا حکم کرے اور برائیوں سے روکے۔ معروف وہ تمام اعمال ہیں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور منکر وہ تمام افعال ہیں جن سے روکا گیا ہے اور بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اول کو مامورات و عبادت، نیکی کے کام اور دوسرے کو منیات و گناہ کہتے ہیں۔

علماء راہنہ نے لکھا ہے جو درجہ احکامات کی بجا آوری کا ہے وہی مرتبہ معاصی و منیات سے بچانے کا بھی ہے۔

عام طور سے مسلمانوں میں اعمال صالحہ کے فضائل اور ان کے اجر و ثواب کو خوب بیان کیا جاتا ہے اپنی جگہ یہ بھی ضروری ہے لیکن حکمت اور مصلحت کے ساتھ منکرات و معاصی اور ان پر مرتب ہونے والی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماراٹکی کو بیان کرنا بھی ضروری ہے تاکہ ماراٹکی کے ڈر سے ایمان والا اللہ کریم کی نافرمانی سے بچے۔ اسی لگن و کڑھن و فریضہ کی ادائیگی کی نیت سے اپنے تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں ان سطور میں ایک ایسے گناہ کا تذکرہ کرنا ہے جس میں ابتلاء اور رواج ہمارے معاشرے میں خطرناک حد تک بڑھ گیا ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا جبکہ یہ گناہ کبیرہ ہے اور عام طور سے بے توجہی ہے، اللہ کریم ہدایت نصیب فرمائے۔

وہ گناہ کبیرہ مسلمان کی غیبت و آبروریزی ہے (اور بدظنی، بدگمانی)۔

برکۃ العصر قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا ذکریا ماجد فی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”فضائل رمضان“ کی فصل اول میں بہت ہی درد بھرے الفاظ میں قلبی کڑھن اور بے چینی کو اس طرح بیان فرمایا ہے :

ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں۔ عوام کا ذکر نہیں خواص مبتلا ہیں ان

لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کھلاتے ہیں دین داروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں۔ اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹک بھی پیدا ہو جائے تو اس پر اظہار واقعہ اور بیان حقیقت کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ ہم اپنی محفلوں، مجلسوں اور گفتگو پر جب نظر ڈالیں گے تو پھر ہی اندازہ ہو گا کیا کما کر اور کیا گنوا کر اٹھتے ہیں؟ کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کبیرہ کی نفرت نصیب فرما کر چھوڑنے، بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سود کے علاوہ اتنے سخت الفاظ ذکر نہیں فرمائے۔ نبی کریم رحمہ اللہ العالمین ﷺ نے بھی اس معصیت پر بڑی سخت وعیدیں فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا يَغْتَب بَعضُكُمْ بَعضًا اِيحب احذكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه۔ یعنی ایک دوسرے کی غیبت مت کرو (کیونکہ یہ ایسا برا عمل ہے جیسے اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا) کیا تم میں سے کوئی اس کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے؟ تم اس کو برا سمجھتے ہو۔ لہذا جب تم اس عمل کو برا سمجھتے ہو تو غیبت کو بھی برا سمجھو۔

سنن ابی داؤد کی ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی منقول ہے کہ سود بہت بڑا گناہ ہے۔ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے اس گناہ کا ادنیٰ درجہ العیاذ باللہ جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا (بدکاری) کرے۔ پھر فرمایا کہ سب سے بدترین سود یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی آبرو (عزت) پر حملہ کرے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ غیبت کا گناہ زنا کے گناہ سے بھی بدتر ہے (کیونکہ زنا کو گناہ سمجھا جاتا ہے لیکن غیبت کو گناہ نہیں سمجھا جاتا جیسا کہ عام مشاہدہ ہے)۔

غیبت کی تعریف

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کیا ہے

کہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ غیبت کیا عمل ہے ؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ذکر اکھاہ بما یکوہ کسی کے پیٹھے پیچھے اس کے بارے میں ایسی بات کرنی جو اسے ناگوار ہو۔ سائل نے پوچھا ان کان فی الخی ما اقول ؟ اگر اس میں واقعہ وہ بات موجود ہو جو کہی گئی ہے ؟ حضور ﷺ نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے۔ اگر واقعہ موجود نہ ہو تب تو بہتان اور یہ دوسرا گناہ ہے۔

غیبت گناہ کبیرہ

علماء امت نے تحریر فرمایا ہے جس طرح شراب پینا ڈاکہ ڈالنا خنزیر کا گوشت کھانا گناہ کبیرہ ہیں یہ غیبت بھی اسی طرح بلکہ اس سے سخت گناہ اور قطعی حرام ہے۔ کیونکہ بولنے والا اور سننے والا دونوں ہی شریک ہوتے ہیں اور معاشرے پر اس کے اثرات متعدی ہوتے ہیں اور کئی گناہ (بدگمانی، تهمت، پغلی، بہتان) وجود میں آتے ہیں۔

غیبت کرنے والوں کا انجام

سنن ابی داؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی مررت بالقوم لهم اظفار من نحاس یخمشون بها وجوههم وصدورهم فقلت من هؤلاء یا جبریل؟ قال هؤلاء الذین یا کلون لحوم الناس ویقعون فی اعراضہم۔ (کتاب الادب، باب الغیۃ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو وہاں میرا گزرا یہ لوگوں پر ہوا جو اپنے ناخنوں سے اپنے چہرے و سینے نوچ رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور لوگوں کی عزت و آبرؤں پر حملے کیا کرتے

تھے۔ اللہ جل شانہ ہماری حفاظت فرمائیں، آمین۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ غیبت کرنے والوں کو میل صراط کے اوپر جانے سے روک دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تم آگے نہیں بڑھ سکتے جب تک اس غیبت کا کفارہ ادا نہ کر دو گے، یعنی جس کی غیبت کی ہے ان سے معافی نہ مانگ لو گے اور وہ تمہیں معاف نہ کر دے اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔

دواہم واقعے

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا روزے میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابل برداشت بن گئی بلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا تو نبی کریم ﷺ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور پتے کرنے کا حکم فرمایا۔ دونوں نے پتے کی تو تازہ خون اور گوشت کے ٹکڑے نکلے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیرت پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ لوگوں کی غیبت میں مشغول رہیں۔

دوسرا واقعہ: بندہ نے اپنے بڑوں سے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت لقمان حکیم علیہ السلام نے اپنے خادم و غلام کو جانور ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور کہا کہ سب سے عمدہ اور بہترین حصہ لے کر آؤ، وہ زبان اور جگر لایا، دوسرے دن پھر ذبح کا حکم دے کر کہا کہ آج سب سے خراب گوشت کا حصہ لانا۔ چنانچہ اس نے دوسرے دن بھی زبان اور جگر ہی پیش کیا، جس پر تعجب ہوا اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ ایک ہی چیز عمدہ و طیب بھی اور خراب و خبیث بھی؟ اس نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت! اگر یہ صحیح ہے تو تمام بدن و اعمال صحیح اور اگر یہ خراب تو پھر سب کچھ خراب ہے۔ (جاری۔۔۔)

مفتی سعید احمد خان صاحب

ایک ضروری وضاحت

مجلہ ترجمان دارالعلوم کے مدیر محترم جناب وارث مظہری صاحب دام ظلہ کی پاکستان تشریف آوری ۲۰۱۱ء میں ہوئی تھی اور انہوں نے ہندوستان واپسی پر اپنے اس دورہ پاکستان کے تاثرات، اپنے موقر مجلہ 'ترجمان دارالعلوم' میں تحریر فرمائے تھے۔ ان تاثرات میں انہوں نے جاری گفتگو سے یہ جو تاثر لیا کہ دارالعلوم دیوبند کی پہلی تعمیر کے لئے اراضی بانی دارالعلوم کو انگریز حکومت نے عطا کی تھی، نہ صرف یہ بلکہ اس کی تاسیس میں انگریزی حکومت کے کارندے بھی شریک تھے۔ یہ تاثر عیناً غلط فہمی پر مشتمل ہے۔ ہمارے الفاظ کی ادائیگی میں کوتاہی یا ان کے سمجھنے کی خطا کا یقینی احتمال ہے، بلکہ احتمال کیا واقعی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے۔

وارث مظہری صاحب میرے لئے قابل احترام ہیں اور ان کے بارے میں کبھی میرے ذہن میں یہ بدگمانی پیدا نہیں ہو سکتی کہ انہوں نے قصد امیری گفتگو کو اس رنگ میں پیش کیا ہو گا۔ مجھے ہی زیادہ وضاحت سے بات کرنی چاہئے تھی تاکہ یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔ تاریخ کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی دارالعلوم اور اس کے اکابر کے متعلق ایسی غیر ذمہ دارانہ بات نہیں کہہ سکتا۔

دارالعلوم دیوبند کی تعمیر جن اراضی پر ہوئی وہ ہمارے بزرگوں کی محنت اور عوامی چندے کا نتیجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سبھی معاونین مرحومین کو اپنی رضا اور قرب سے نوازے۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام میں انگریز حکومت کے کسی فرد یا ان کی حکومت کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے تو بالکل جھوٹ کہتا ہے۔ تاریخ کے ادنیٰ

طالب علم ہونے کے ناطے ہم یہ گھنگو کیسے کر سکتے ہیں؟ اکابرین دیوبند رحمہم اللہ کی غیرت کا تو یہ حال تھا کہ صوبہ متحدہ کے گورنر سر جیمس مسٹن نے یکم مارچ ۱۹۱۵ء مطابق ۱۳۲۲ھ میں جب دارالعلوم دیوبند کا معائنہ کیا تھا تو اس کی یہ ہمت نہیں ہو سکی تھی کہ وہ سرکاری مدد تک کی کوئی پیش کش کر سکتا۔ وہ چاہتا تھا کہ دارالعلوم دیوبند کی مدد کرے لیکن اکابرین دارالعلوم کی غیرت کے سبب یہ بات زبان تک پر نہیں لاسکتا تھا، چنانچہ اس نے صرف یہ کہا:

”اس موقع پر میں خود تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کسی دنیوی طریقہ سے آپ کی امداد و اعانت کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ یہ شاید آپ کو ناگوار گزرے۔“
(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، از سید محبوب رضوی مرحوم)

(ج ۱ ص ۲۴۴)

نبی گھنگو میں کہنے، سننے، سمجھنے اور پھر اس گھنگو سے نتائج اخذ کرنے ان چاروں مراحل میں خطا کا احتمال بہر حال ہوا کرتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی پہلی تعمیر کے متعلق اگر ہماری اس گھنگو سے یہ تاثر ملے کہ وہ انگریز حکومت کی عنایات تھیں تو نہ صرف یہ کہ ہم اس تاثر کی مکمل طور پر تردید کرتے ہیں بلکہ جن جن حضرات کو اس بات سے ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑا ان سے بھی اور اللہ تعالیٰ سے بھی معافی کے خواستگار ہیں۔

مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب لاہور

تواریخ وفات

مرہی و شیخی حضرت نواب عشرت علی خان قیصر قدس سرہ خلیفہ اجل مسیح الامت

حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی و حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاور قدس

سر بجا۔

(۱) امام العلماء مولانا	نواب قیصر صاحب	فردوس ممکن ہوئے
۳۸۲	۵۶۰	۳۹۱ ۱۴۳۳ھ
(۲) آؤ علامہ مولانا	عشرت	علی خان
۲۸۰	۹۷۰	۴۶۱ ۲۰۱۱ء
(۳) الحاج حضرت نواب	قیصر صاحب	
۱۳۵۱	۵۶۰	۲۰۱۱ء
(۴) آؤ مولانا نواب صاحب	مرید پاشا	مولانا شرف علی تھانوی
۲۹۴	۳۲۶	۱۲۹۱ ۲۰۱۱ء
(۵) نواب عابد	خلیفہ مسیح الامت	نواب قیصر صاحب
۱۳۶	۱۳۱۵	۵۶۰ ۲۰۱۱ء
(۶) امام نواب قیصر صاحب	خلیفہ اجل	مولانا فقیر محمد
۶۴۲	۷۵۹	۶۱۰ ۲۰۱۱ء
(۷) فاتمہ اقبال اللہ جل حکمہ	فوقہم اللہ شر ذلک الیوم	
۴۷۵	۵۳۶۱	۲۰۱۱ء
(۸) لقد قال جل اسمہ	واما بنعمۃ ربک فحدث	
۴۰۴	۱۰۲۹	۱۴۳۳ھ
(۹) فقد قال اللہ عز وجل	من جاء بالحسنة فله عشر امثالها	
۴۹۷	۱۵۱۳	۲۰۱۱ء
(۱۰) لقد قال جل وعده	لا تخافوا ولا تحزنوا	
۴۸۳	۱۶۲۸	۲۰۱۱ء
(۱۱) فقال اللہ جل وعده	واللہ غفور رحیم	
۵۹۳	۱۶۱۶	۲۰۱۱ء
(۱۲) کل شیء ہالک الا وجہہ	کل نفس ذائقة الموت	
۴۷۸	۱۵۳۳	۲۰۱۱ء
	بیچم اکابر خلیل احمد تھانوی	۲۰۱۱ء

جناب محمد سیل اشرف جام پور

سہ روزہ تبلیغی دورہ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم کے

ڈیرہ غازی خان، جام پور، فاضل پور، شکار پور اور راجن پور میں بیانات۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم مستم جامعہ عثمانیہ سہیوال ضلع سرگودھا میں روزہ تبلیغی دورے پر ڈیرہ ڈویشن میں تشریف لائے۔ مجلس صیانا المسلمین کے زیر اہتمام ڈویشن بحر میں مختلف شہروں میں آپ کے نہایت کامیاب اصلاحی بیانات ہوئے۔ جن میں کثیر تعداد میں عوام و خواص نے شرکت کی۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ ۲۹ فروری بروز بدھ شکار پور تشریف لائے، جامع مسجد شکار پور میں بعد نماز عشاء ایک جلسہ سے آپ نے خطاب فرمایا جو نہایت مفید اور نافع تھا۔

یکم مارچ بعد نماز فجر آپ کا درس قرآن ہوا پھر خواتین میں آپ کا اصلاحی بیان ہوا جو بڑا کامیاب رہا یکم مارچ بعد نماز ظہر فاضل پور میں جلسہ سے خطاب فرمایا اور بعد ازاں مفتی نصر اللہ شہید کے بھائی مفتی امداد اللہ سے تعزیت کی جو ایک کنڈنٹ میں انتقال کر گئے تھے۔ دونوں بھائی مفتی صاحب مدظلہم کے شاگردوں میں سے ہیں۔

یکم مارچ بعد نماز عشاء جام پور میں مجلس صیانا المسلمین کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ سیرۃ النبی ﷺ سے مفصل خطاب فرمایا جو بہت مفید تھا۔ یہ جلسہ جامع مسجد عثمانیہ مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم مرکز مجلس صیانا المسلمین جام پور میں منعقد ہوا جس میں حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے علاوہ مولانا مفتی خالد محمود صاحب زید مجاہد ہم مسل

وفاق المدارس ڈیرہ غازی خان اور جناب مولانا قاری مظہر الحق قاسمی آف ڈیرہ غازی خان اور جناب قاری عبدالرحمن ڈیروی جامع مسجد فاروقی جام پور کے نہایت مفید بیانات ہوئے۔ یہ جلسہ مجلس صیانا المسلمین کے امیر اور مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم جامع مسجد عثمانیہ کے مدیر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ امیر مجلس اور مدیر جامعہ نے ہی مجلس صیانا المسلمین کا تعارف کرایا تھا۔

۲ مارچ بعد نماز فجر جامع مسجد بحان اللہ جام پور میں حضرت مفتی صاحب نے درس قرآن دیا جو نہایت نافع اور مفید تھا۔ ۲ مارچ بروز جمعہ المبارک آپ نے پیر طریقت حضرت رشید احمد شاہ جالی صاحب کے مدرسہ و جامع مسجد صدیق اکبر ڈیرہ غازی خان میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ سے قبل آپ کا بیان نہایت مؤثر اور مفید بیان رہا بڑی تعداد میں عوام و خواص نے آپ کا بیان سنا اور آپ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی اسی شام بعد نماز عشاء مجلس صیانا المسلمین ڈیرہ غازی خان کے زیر اہتمام جامع مسجد الرحمن ایم بلاک میں جلسہ سیرۃ النبی ﷺ سے خطاب فرمایا ان کے علاوہ دیگر علماء کے بھی بیانات ہوئے۔ اس طرح حضرت مفتی صاحب مدظلہم کا یہ سہ روزہ تبلیغی و اصلاحی دورہ نہایت کامیاب رہا۔ ہزاروں افراد نے آپ کے بیانات سے استفادہ کیا، اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں منظور و مقبول فرمائے اور ان پروگرام کے منتظمین کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ آخر میں مجلس کے امیر اور اراکین حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اتنا سفر کر کے یہ تبلیغی دورہ فرمایا اور ہزاروں لوگوں کو اپنے علمی و اصلاحی بیانات سے مستفیض کیا، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائیں اور ان کے علم و عمل اور عمر میں برکت عطاء فرمائیں، آمین۔